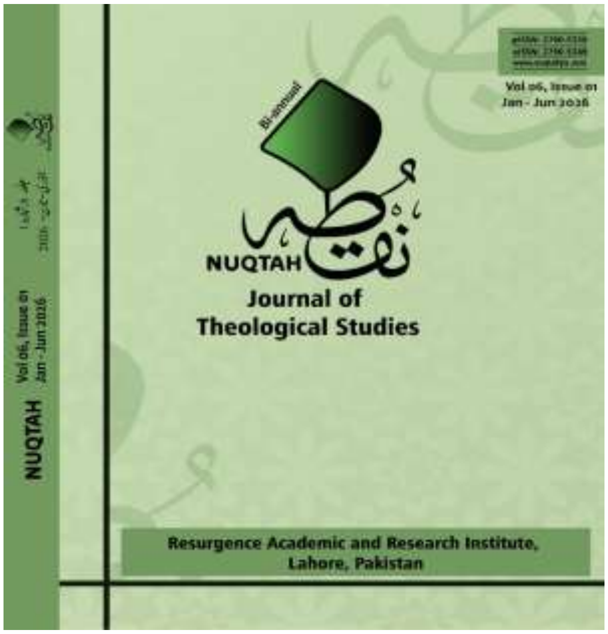


**Nuqtah** Journal of Theological Studies

**Editor: Dr Shumaila Majeed**

(Bi-Annual)

**Languages:** English, Urdu, Arabic

p-ISSN: 2790-5330 e-ISSN: 2790-5349

https://nuqtahjts.com/index.php/njts

**Published by:**

Resurgence Academic and Research Institute Lahore (53720), Pakistan

**Email:** editor@nuqtahjts.com

# وراثت کی غیر منصفانہ تقسیم کے پاکستان کے خاندانی نظام پر اثرات: ایک تحقیقی جائزہ

# The Impacts of Unjust Distribution of Inheritance on Pakistan's Family System: A Research Review

**Muhammad Farooq Haider Yasin**

PhD scholar Department of Islamic Studies,
Bahauddin Zakariya University, Multan
Email: fhaider867@gmail.com

Published online: 21 March, 2026

View this issue

OPEN ACCESS

Complete Guidelines and Publication details can be found at:

https://nuqtahjts.com/index.php/njts/publication-ethics

# Abstract

The concept of property is universal and essential for the survival, development, and protection of human life. It is also significant in relation to human psychology and social interconnectedness. As ownership of property is transferred from one generation to another, inheritance laws vary across societies according to their social and cultural diversity. Islamic law of inheritance, however, is based on explicit divine texts, and its philosophy as well as its practical application are derived from these texts.

A clear injunction regarding inheritance is found in Verse 11 of Surah An-Nisa, in which Allah Almighty Himself prescribes the shares of inheritance. Severe warnings have been issued against neglecting or violating these divine commands. The principles of inheritance have a direct impact on justice within the family system and help preserve the fundamental principle of the family, namely, mutual cooperation and coexistence. Conversely, the unjust distribution or denial of inheritance may lead to economic, social, and psychological problems, resulting in family disintegration and negatively affecting the structure of society. This study reviews these issues and their implications.


**Keywords:** Inheritance Distribution, Family System, Property Ownership.

## موضوع کا تعارف

مرد و عورت انسانی زندگی کی بنیاد اور اساس ہیں، اور انہی پر نسل انسانی کی بقاء موقوف ہے، مرد و عورت کا یہ رشتہ تاریخ انسانی میں ہمیشہ سے ہی کسی نا کسی بندھن میں جڑا رہا ہے، یہ گرہ سماجی، روایتی، تہذیبی، قانونی اور مذہبی رسومات کے زمرے میں انہیں مختلف ذمہ داریوں کی ادائیگی کا پابند بناتی ہے، اسلام نے نکاح کی بہترین صورت کو اس رشتے کی بقاء کے لئے اساس ٹھہرایا اور یوں ایک خاندان وجود میں آیا، اسلام نے اس خاندان کے اراکین کو نہ تو اپنی ذات میں محدود ہونے دیا اور نہ ہی دوسروں کی ذات میں اسے بالکل گم کیا بلکہ اس نے ہر ایک کی ذات کا اس طرح لحاظ رکھا کہ وہ اپنی انائیت کی بقاء کے ساتھ دوسروں کے لیے بھی معنویت رکھتا ہے اور یوں زندگی کا زندگی سے چراغ جلتا رہتا ہے، یہ نظم ایک اکائیت کی صورت میں کام کرتا ہے اور اگر اس کے اراکین مثبت انداز میں آگے بڑھتے رہیں تو پورا معاشرہ راحت حاصل کرتا ہے جبکہ منفیت کی صورت میں معاشرے کی بنیادیں کھوکھلی ہو جاتی ہیں، اسی کے پیش نظر اس کے افراد کے مابین تمام تر حقوق و فرائض کی درست تفہیم و تقسیم ضروری ہے، تاکہ اس کا استحکام درست بنیادوں پر استوار ہو، اس سلسلے کی ایک کڑی وہ ملکیتی حقوق ہیں جو خاندان کے جڑاؤ میں انسانوں کو حاصل ہوتے ہیں، اگر ان حقوق کو ناانصافی اور عدم مساوات کی بھینٹ چڑھادیا جائے تو خاندان کی بقاء خطرے سے دوچار ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء میں اسی اجتماعی عائلی نظم سے متعلق صریح نصوص میں انسانوں کو حکم دیا ہے کہ ان اصولوں پر مکمل عمل کیا جائے۔

چنانچہ سورۃ النساء میں وارد ہے:

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ

کہ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے [1]

ملکیتی وراثتی حقوق کی تقسیم میں ناانصافی اور حق دار کو حق سے محروم کرنا ہمیشہ سے تاریخ کا حصہ رہا ہے، بالخصوص ایک پدرانہ نظام میں جہاں معاشیات کا پہیہ مرد کی ذات کے گرد ہی گھومتا ہے اور اس نظم کے اندرونی پرت کو سہارا دینے والی عورت کی تمام تر کوششوں کو یکسر انداز کر دیا جاتا ہے، یہ ناانصافی اگرچہ مرد و عورت دونوں کے ساتھ بزعم طاقت روا رکھی گئی ہے لیکن عورت کی فطری ساخت اور سماجی حیثیت کی بنیاد پر اس کو خاص طور سے اس کے نتائج نسبتاً زیادہ بھگتنے پڑے ہیں، وراثتی حقوق کی عدم ادائیگی فرد

کی ذات کو اجتماعیت سے انفرادیت کی طرف دھکیل دیتی ہے اور بجائے اس کے کہ وہ آگے بڑھ کر اس سارے نظام کو طاقت فراہم کرے، وہ اس نظام کا ایک عضو معطل بن کر رہ جاتا ہے۔

## سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ

قرآن مجید اسلامی قانونِ وراثت کا بنیادی اور قطعی ماخذ ہے، جس میں سورۃ النساء کی آیات (4:11، 4:12، 4:176) کے ذریعے وراثت کے حصص، اصول اور تقسیم کے واضح اور حتمی احکام بیان کیے گئے ہیں۔

احادیثِ نبویہ اسلامی قانونِ وراثت کا دوسرا بنیادی ماخذ ہیں جن میں نبی کریم ﷺ نے وراثتی احکام کی عملی توضیح، حصوں کی تعیین اور ترکہ کی تقسیم کے اصول واضح فرمائے ہیں، جبکہ سیرتِ طیبہ ان احکام کے عملی نفاذ اور عدالتی و معاشرتی تطبیق کو نمایاں کرتی ہے۔

اس موضوع پر قرون اولیٰ میں ایک بہترین کام امام کاسانی کی کتاب "بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع" ہے جو کہ ایک جامع فقہی تصنیف ہے جس میں فقہِ حنفی کے تفصیلی احکام، خصوصاً علم الفرائض اور وراثتی مسائل کو اصولی، عقلی اور دلائل کے ساتھ منظم انداز میں بیان کیا گیا ہے[2]۔

اسی طرح اس موضوع پر جدید زمانے میں ایک علمی کام فقہ المواریث کی صورت میں موجود ہے،"فقه المواريث في الشريعة الإسلامية" ڈاکٹر وہبہ الزحیلی کی ایک جدید اور جامع تحقیقی تصنیف ہے جس میں اسلامی قانونِ وراثت کو فقہی مذاہب کے تقابلی مطالعہ، معاصر قانونی تناظر اور تفصیلی دلائل کے ساتھ منظم انداز میں پیش کیا گیا ہے، [3] اسی طرح اس موضوع پر ڈاکٹر خالد علوی کی کتاب "اسلام کا معاشرتی نظام" ایک بہترین محققانہ کاوش ہے جس میں اسلام کے نظریہ معاشرت پر تفصیلاً معروضات پیش کی گئی ہیں۔[4]

سید ابو الاعلی مودودی کی کتاب "معاشیات اسلام" میں بھی وراثت کی تقسیم پر ایک فاضلانہ نوٹ موجود ہے۔[5]

## ملکیت کی تعریف اور تصور ملکیت

لغت میں ملکیت کا معنیٰ ہے کسی شے پر حاوی ہونا، غلبہ پانا، مالک کا مملوک پر محیط ہونے کا اعتبار۔[6]

کائنات میں پیدا کردہ ہر چیز کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے، اور اس نے انسانوں کو اس چیز سے فائدہ اٹھانے کے لیے انتفاع کا حق ودیعت کیا ہے۔ مفتی تقی عثمانی لکھتے ہیں:

حقیقی مالک کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جس کو چاہے یہ چیزیں دے دے، جس سے چاہے واپس لے لے، اور جن شرائط کے ساتھ چاہے، مقید کر دے، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو خاص شرائط اور احکام کے ساتھ ان اشیاء پر ایک قانونی ملکیت عطاء کر رکھی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے قوانین کے لحاظ سے انسانوں کو ان چیزوں کا مالک سمجھا جائے گا[7]۔

اسی ملکیت کا ایک اہم سبب وراثت ہے۔

### وراثت اور ادیان

معاشرے کی منفعت اور بہبودِ افراد کے لیے دولت کی گردش کو اسلام کے معاشی نظام میں ایک اہم عنصر کے طور پر گردانا جاتا ہے، اسلام کا قانون وراثت اسی اصول پر منتج ہوتا ہے، اس قانون کا منشاء یہ ہے کہ کسی شخص کا چھوڑا ہوا مال ایک ضابطہ کے تحت اس کے رشتہ داروں میں تقسیم کر دیا جائے۔[8]

وراثت کی تقسیم کا قانون دنیا کے تمام مذاہب اور دساتیر میں مختلف شکلوں میں موجود رہا ہے، رومن قانون اس حوالے سے پہلا قانون ہے جہاں میراث میں مرد کے برابر عورت کی حیثیت تسلیم کی گئی، اور اسی طرح عورت کے چھوڑے ہوئے ترکہ کو مال میراث کے طور پر تقسیم کرنے کا قانون وجود میں آیا، مذہب یہود میں بیٹوں کی موجودگی میں بیٹی وراثت کی حق دار نہیں تھی، لیکن غیر شادی شدہ بیٹیوں کے لیے باپ کے ترکہ میں حق وراثت موجود تھا[9]۔

عیسائی مذہب میں قوانین میراث الگ سے موجود نہیں بلکہ ان کے یہاں رومن اور یہودیوں کے قوانین میراث پر ہی عمل ہے، جبکہ قدیم عرب میں وراثت کا سبب قتال کے قابل ہونا تھا بایں وجہ چھوٹے بچے اور خواتین حق وراثت سے محروم رہتیں تھیں۔

### خاندان بطور معاشرتی ادارہ

خاندان ایک ایسے ادارے سے معنون ہے جو معاشرے کی اقدار کے مطابق امور کو سرانجام دینے کے لیے وقوع پذیر ہوتا ہے، اور اس کے اراکین بقائے باہمی کے لیے مشترکہ جدوجہد میں حصہ لیتے ہیں، معاشرے کی بقاء کے لئے خاندان کو تمام دنیا میں ایک بنیادی حیثیت حاصل ہے، مزاج، عادات، ضروریات اور اقدار میں تنوع کی بنیاد پر اگرچہ مختلف معاشروں میں یہ شکل ایک دوسرے سے مختلف ضرور ہے لیکن مقاصد کے اعتبار سے کہیں بھی تضاد موجود نہیں، افراد کی تعلیم وتربیت، شعوری تعمیر، بنیادی ضروریات کی فراہمی، اور معاشی وسماجی تحفظ سمیت دیگر بہت ساری چیزوں کی توقع ایک خاندان سے وابستہ کی جاتی ہے، خاندان وہ ادارہ ہے جس کے ساتھ انسان مکمل اپنائیت محسوس کرتا ہے، یہی اپنائیت کا احساس شخصیت کی تکمیل کے لیے ایک اہم حرکی اصول ہے۔

قدیم معاشروں میں خاندان ہی اولین ادارہ کے طور پر موجود رہا ہے، انسان کے ابتدائی زمانے میں جب کسی بھی مذہبی معلم، طبیب، حکیم یا قانون کا تصور نہیں تھا اور نہ ہی کوئی تقسیم کار موجود تھی اس وقت بھی خاندان کا ادارہ وجود رکھتا تھا، رہنے سہنے اور تفاعل سے متعلق تمام امور خاندان ہی نمٹاتا تھا، طبعی اور معاشی ضروریات زندگی اسی پر موقوف تھیں، اسلام نے بھی اسی پر مسلمانوں کی عائلی زندگی کی بنیاد رکھی ہے، اور فرد کو بطور خاص انہی ذمہ داریوں کی بابت متوجہ کیا ہے، تاکہ اجتماعی نظم میں خرابی اور خلا پیدا نہ ہو، مختلف صلاحیتوں کے حامل افراد ایک دوسرے کی زندگی میں بحیثیت ذمہ دار معاون کے اپنا کردار ادا کرتے رہیں، عصر حاضر میں معاشرتی تفاعل اور سماجی تبدیلیوں کی وجہ سے شخصی اور انفرادی آزادی کا نظریہ مقبول ہو رہا ہے، اس کے ساتھ ہی خاندان کے حجم سے متعلق سماجی نظریات بھی تیزی سے بدل رہے ہیں، شخصی ضروریات کی بے جا بڑھوتری، معاشی مواقعوں کی تلاش میں بڑھتا ہوا مقابلہ اور خاندانی منصوبہ بندی ان نظریات کی تبدیلی کے اہم محرکات ہیں۔

### وراثت کی تقسیم کار اور تہذیبی رویے

تقسیم وراثت میں اونچ نیچ اور روا رکھی جانے والی ناانصافیوں کی ایک بنیادی وجہ خاندان میں بعض افراد کا طاقتور رتبہ بھی ہے، اس طاقت کا نشانہ عام طور سے وہ فرد بنتا ہے جو ایک کمزور ساخت اور شناخت کا حامل ہوتا ہے، ایک ایسے سماج میں جہاں معاش کی زیادہ تر ذمہ داریاں مرد اٹھاتا ہے، وہ اس پس منظر میں یہ سوچتا ہے کہ معاش اور جائیداد کے تمام تر حصوں پر اس کا حق زیادہ ہے، وہ اس سلسلے میں محض معاشی ذمہ داریوں کو معیار گردان کر خاندان کے دیگر افراد کو اس حق سے محروم کرنے کی کوشش کرتا ہے، حالانکہ اس حق کا ثبوت محض اس بنیاد پر قائم نہیں کیا گیا کہ معاشی ذمہ داریاں برابر تقسیم ہیں، بلکہ اس حق کی فرضیت میں خاندان کے اس پورے نظم اور باہمی رشتے کو روا رکھا گیا ہے، جو مل کر اسے جوڑتے، برقرار رکھتے اور آگے بڑھاتے ہیں، چھوٹے بچے اور عورتیں اس خود ساختہ تصور کا پہلا نشانہ بنتی ہیں، جائیداد کی یہ غیر منطقی تقسیم خاندان کے تارو پود بکھیر دیتی ہے اور لاینحل پیچیدگیاں جنم لیتی ہیں۔

ہمارے یہاں اس سلسلے میں یہاں کے قدیم روایتی تصورِ وراثت کے اثرات بھی اس ضمن میں قابل ذکر ہیں، ہندوانہ کلچر اور مذہب تقسیم وراثت میں عورت کو محروم رکھتا ہے، جبکہ مرد بھی مساوی طور پر اس کا حق دار نہیں ٹھہرتا، ہندوانہ کلچر جائیداد کو ایک اجتماعی ملکیت قرار دے کر باپ کے بڑے بیٹے کو اس پر بااختیار نگران مقرر کر دینے کا

قائل ہے، ہندوؤں کے یہاں تقسیم وراثت کا کوئی لگا بندھا طرز نہیں بلکہ مختلف قومیتوں اور قبائل کے الگ الگ رواجات ہیں، شادی شدہ بیٹیوں کو وراثت میں شریک نہیں کیا جاتا جبکہ غیر شادی شدہ بیٹیاں محض گزر بسر جتنا لے سکتی ہیں۔[10]

## تقسیم وراثت اور عائلی قوانین

اس غیر منصفانہ تقسیم کا ایک سبب تو وہ معاشرتی رویے ہیں جن کا ابھی ذکر کیا گیا، اس کے ساتھ ساتھ دوسری طرف قانون سازی میں سست روی، اور بڑی تیزی سے تبدیل ہونے والی دنیا میں قوانین کا حالات اور تقاضوں کے موافق نہ ہونا ہے، برطانوی استعمار میں مسلم وراثتی قانون کی بجائے رواجی قانون ایک عرصے تک نافذ رہا جہاں وراثتی تقسیم علاقائی اور قبائلی رواجات کی بنیاد پر کی جاتی تھی، 1933ء میں پہلی بار صوبہ سرحد میں شریعت ایکٹ کا نفاذ عمل میں لایا گیا، جسے تقسیم ہند کے کچھ عرصہ بعد کچھ ترامیم کے ساتھ ہمارے ملک میں بھی نافذ کر دیا گیا، اور خواتین کو زرعی اراضی میں قانوناً بطور وارث تسلیم کر لیا گیا۔ 1963ء میں مسلم شخصی شریعت ایکٹ نے کافی حد تک مسلم قانون وراثت کے نفاذ میں اپنی حیثیت کو باور کروایا۔ مارچ 2012ء میں پنجاب حکومت نے خواتین کے وراثتی حقوق کے تحفظ کے لیے اقدامات کرتے ہوئے ایک قانون پاس کیا جس کی رو سے پنجاب میں خواتین کا وراثت میں حصہ یقینی بنانے کے لیے مورث کے انتقال کے فوراً بعد جائیداد کی تقسیم کو لازمی قرار دے دیا گیا، جائیداد کی منتقلی کے لیے تمام ورثاء کا قومی شناختی کارڈز سمیت ریونیو افسر کے روبرو پیش ہونا لازمی ٹھہرایا گیا ہے تاکہ کسی حقدار کی حق تلفی اور محرومیت لازم نہ آئے۔[11]

## غیر منصفانہ تقسیم وراثت اور اسلام کا مزاج

اسلام کا مزاج اور اس کے احکامات کی بنیاد فطرت ہے، اسلام میں وراثت کا نظام رحم دلی و ہمدردی کی بنیادوں پر قائم کیا گیا ہے، اسلام ان تمام انسانی ترجیحات کو کالعدم قرار دیا ہے جن کی وجہ سے ان قریبی ورثاء کا حق تلف ہو رہا ہو، اس کے پیش نظر قرابت، رحم دلی و ہمدردی کا معیار اولین ہے، اور جس قدر یہ قربت بڑھتی چلی جاتی ہے اسی قدر یہ حق بھی بڑھتا چلا جاتا ہے، جبکہ کسی بھی مقام پر اگر اس قربت کو عمداً نقصان پہنچایا جائے تو وہاں مال وارثت میں شرکت کی بجائے اسی جرم کو موانع ارث میں شمار کر کے جرم و فساد کا سدباب کر دیا جاتا ہے جیسے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں فرمایا گیا ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:الْقَاتِلُ لَا يَرِثُ ۔[12]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" قاتل (مقتول کے) مال کا وارث نہیں بن سکتا"

اگلی سطور میں اس ناانصافی کے خاندان اور سماج پر پڑنے والے اثرات کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔

## غیر منصفانہ تقسیم وراثت کے خاندانی نظم پر مرتب ہونے والے اثرات

یہ ناانصافی محض ایک فرد کی محرومیت کا قضیہ نہیں بلکہ یہ سماج کے سارے ڈھانچے کو متاثر کرتی ہے اور معاشرے میں طبقاتی تقسیم، اندرونی کمزوری اور ایک مربوط خاندان کو جزئیات میں تقسیم در تقسیم سے دوچار کر دیتی ہے۔

### خاندان کی بنیاد

خاندان اپنی بنیادی لم میں ان قضایا سے بدیہاً متاثر ہوتا ہے، وہ خاندان جو سارے معاشرے کو نہ صرف تشکیل دیتا ہے بلکہ اس کی تعمیری نشو و نما بھی کرتا ہے وہ بذات خود اپنی اساسی اور بنائی صورت میں کمزور ہونا شروع ہو جاتا ہے، اور مشترکہ مفادات کے لیے اس کی ضمانت اپنا اعتبار کھونے لگتی ہے، اور اس کے مقاصد ادھورے رہ جاتے ہیں۔[13]

### تحفظ کے اصول کی نفی

مرد و عورت کا خاندان سے منسلک ہونا اور اس کے ساتھ ارتباط کے پیش نظر تحفظ کا وہ نظریہ ہے جس میں کمزور اراکین بھی سماجی طور پر اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو مضبوط کر لیتے ہیں، تقسیم وراثت میں جب اس طرح کی ناانصافیوں کا رجحان بڑھتا ہے اور افراد کلیتاً یا جزئی طور پر محرومیت کا شکار ہوتے ہیں تو عدم تحفظ کا احساس ابھرنے لگتا ہے، اور وہ مقاصد جن کی بنیاد پر خاندان کے ساتھ فرد کا مضبوط تعلق موجود ہوتا ہے، آہستہ آہستہ کمزور ہوتا چلا جاتا ہے، یہ عدم تحفظ نابالغ اراکین اور عورتوں میں قدرے شدت کے ساتھ ظہور پذیر ہوتا ہے، اس طرح کے رجحانات پورے خاندانی ہیولے کو اندرونی طور پر متاثر کرتے رہتے ہیں اور پیچیدگیاں مزید بڑھتی چلی جاتی ہیں۔[14]

## شعوری ارتقاء کا جمود

خاندان اپنے افراد کی محض معاشی کفالت اور سماجی تحفظ تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس کے پیش نظر افراد کی اعلیٰ مناھج پر تربیت، اقدار کی ترویج اور زندگی گزارنے کے اصول وضوابط کی تعلیم بھی ہوتی ہے، وراثتی تقسیم میں عدم مساوات خاندان کے اس فریضے کو بھی کافی حد تک متاثر کرتی ہے، وسائل پر چند لوگوں کی اجارہ داری نہ صرف یہ کہ تعلیم وتربیت کے لیے درکار وسائل کو مسدود کر دیتی ہے بلکہ اس سے محرومیت، منفیت اور جمود ایسے احساسات جنم لیتے ہیں۔ گرد وپیش میں بہت ساری ایسی مثالیں موجود ہیں جہاں بچیوں کو تعلیم کی ابتدائی جماعتوں تک اس خدشے کے پیش نظر محدود رکھا جاتا ہے کہ اگر ان کی اعلیٰ تعلیم تک رسائی ہوگئی تو وہ اپنے حقوق کے مطالبے، فیصلہ سازی میں شرکت اور دیگر سماجی علاقوں میں اپنی حیثیت کو منوا سکتی ہیں۔

## اجتماعیت سے انفرادیت

اس قسم کی ناانصافی فرد کو اپنی ذات تک محدود کر دیتی ہے، اجتماعی سوچ وفکر اور اجتماعیت کا مادہ اس کی زندگی سے رخصت ہو جاتا ہے، حالانکہ جبلّی اعتبار سے انسان مدنی الطبع مخلوق ہے، وہ دوسروں سے الگ تھلگ ہو جائے تو اس کی اپنی انائیت پر سوالیہ نشان لگ جاتا ہے، علامہ اقبال اپنی نظم "آفتاب" میں اس طرف توجہ دلاتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہر شے کو تیری جلوہ گری سے ثبات ہے

تیرا یہ سوز و ساز سراپا حیات ہے[15]

دوسرے لفظوں میں نظم کائنات اس لیے منظم ہے کہ اس کی تمام تر اشیاء ایک دوسرے کے ساتھ مکمل مربوط اور ہم آہنگ ہیں، اسی ہم آہنگی کو اقبال نے ثبات اور زندگی سے تعبیر کیا ہے، اگر فرد خاندان سے کٹ جائے تو جلوت کی غیر نفع بخش خلوت حاوی ہو جاتی ہے۔

## معاشی غیر موزونیت

معاشی طور پر خود کفالت کا ایک اہم سبب مال وراثت بھی ہے، اگر ورثاء اس مال سے محروم کر دیے جائیں تو خاندان معاشی اعتبار سے غیر موزونیت کا شکار ہو جاتا ہے، ایک ہی خاندان کے کچھ افراد کا معیار زندگی اعلیٰ تر جبکہ اسی خاندان کے دوسرے افراد معاشی پستی میں گھر جاتے ہیں، معاش کی یہ غیر موزونیت خاندان کے افراد کے مابین توازن، برابری، اور ذہنی وشعوری ہم آہنگی کو بھی نقصان پہنچاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے یتیموں کے حقوق کے حوالے سے اور پھر بالخصوص ان کے اموال کے بارے میں مسلم قانون کو سخت تہدیدات سے منضبط کیا ہے، تاکہ کمزوری کی صورت میں حق تلفی کا اندیشہ کم سے کم ہو، سورۃ النساء میں وارد ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتٰمٰی ظُلۡمًا اِنَّمَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ نَارًا[16]

بے شک وہ لوگ جو یتیموں کا حق ناانصافی کرتے ہوئے کھا جاتے ہیں یہ لوگ درحقیقت اپنے پیٹوں میں دوزخ کی آگ بھر رہے ہیں۔

## سماج پر غیر ضروری بوجھ کا دباؤ

ایک فرد جب استحصال کا شکار ہوتا ہے تو وہ آگے بڑھنے کی بجائے مایوسی، بوجھ اور پریشانی میں گھر جاتا ہے، اور دوسروں کی طاقت بننے کی بجائے ایک غیر ضروری بار بن کر رہ جاتا ہے، عزتِ نفس، خودشناسی اور کائنات میں اپنا کردار ادا کرنے کی بجائے وہ اس نظام کے لیے مزید بوجھ ٹھہرتا ہے جس سے معاشرہ دباؤ میں آجاتا ہے اور اس کی رفتار میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

### رشتہ قرابت میں خلاء اور محدودیت

یہ ناانصافی اور عدم مساوات قرابت کے اس تعلق کو بھی محدود کر دیتی ہے جو وراثت کے حق کا موجب ہوتی ہے، اسلامی قانون وراثت میں قربت ہی وہ معیار ہوتا ہے جس کی بنیاد پر مال وراثت کے حصے کم یا زیادہ ہوتے ہیں، مال وراثت میں ناانصافی کا اولین موجب بھی عموماً یہی اقرباء ہوتے ہیں، جو حق تلفی کرتے ہیں نتیجتاً یہ حق تلفی نفرت کو پیدا کرتی ہے، قرابت داری میں دراڑ اور خلا اس سارے خاندانی سٹرکچر کو متاثر کرتا ہے، اور رشتوں کی اہمیت کی بجائے ان کی حق تلفی منفی رنگ میں سامنے آتی ہے، بہن بھائیوں کی آپسی کشیدگیوں کا ایک بنیادی سبب یہی ہے۔[17]

### طبعی حوائج کی تکمیل وادائی میں غیر ضروری تاخیر

معاشی ناانصافیوں کا ایک اثر انسانی طبائع کو بھی براہ راست متاثر کرتا ہے، عام طور سے وراثتی مال کی تقسیم کا مرحلہ شادی بیاہ کے بعد پیش آتا ہے، عورت کے جہیز کو وراثتی مال کا حصہ قرار دے کر تمام مالیاتی قضایا سے جان چھڑالینا ایک روایتی تصور ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ عورتوں کی شادی میں غیر ضروری تاخیر یا انہیں کلیتاً شادی کے حق سے محروم رکھنا بھی انہی وجوہات کی وجہ سے ہے، مختلف خود ساختہ تصورات کو بنیاد ٹھہرا کر عورتوں کی ذاتی زندگی کو اجیرن کر دینا، انہیں کفو کی بجائے اپنی مرضی سے غیر موزوں رشتوں میں جکڑ دینا، اور قرآن سے شادی جیسے قبیح افعال میں اصل اور بنیادی محرک مال وراثت کو غصب کرنا ہے۔

### نفسیاتی پیچیدگیاں

یہ تمام تر عناصر مل کر انسانی نفسیات کو پیچیدہ کر دیتے ہیں، اور انسان مختلف تفکرات میں گھر کر عضو ناکارہ بن جاتا ہے، ایک بالغ انسان ہمیشہ ان معاملات پر گہری تشویش رکھتا ہے جب اس کو اس کے حاصل شدہ حقوق کے حوالے سے محرومیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہ ان محرکات اور اسباب پر بھی نظر رکھتا ہے، اگر اسے کسی قسم کی مراعات تک کوشش کے باوجود رسائی نہ ہو سکے تو اس سے ذہنی صحت سنگین ہو سکتی ہے، اور معاشرے میں صحت مندانہ رویوں کی بجائے مریضانہ علائق بڑھ جاتے ہیں۔

### رد عمل کا رجحان

وراثتی حقوق میں ناانصافی کا ایک بڑا اثر خاندان کی نشوونما پر اس طرح پڑتا ہے کہ جب اس کے کچھ افراد اپنے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کے پس منظر میں منفی رد عمل کا شکار ہو جاتے ہیں، وہ خاندان جس کی بقاء اور اصل، مشترکہ کوششوں اور مثبت رد عمل پر مبنی ہوتی ہے، ان منفی رویوں کا شکار ہو کر اپنی افادیت و تعمیریت کھو بیٹھتا ہے، وہ تمام مثبت طاقت جس نے اسے قوت بخشا تھی اب منفی رجحان میں بدل کر اسے شکست وریخت کا شکار کر دیتی ہے۔

الغرض یہ وراثتی ناانصافی اشتراکِ عمل کو سرد مہری کا شکار بنا دیتی ہے اور خاندان معاشی، سماجی، عائلی اور تہذیبی تحفظات میں ناکام ٹھہرتا ہے اور اس کی اہمیت و افادیت کم ہوتی چلی جاتی ہے۔[18]

## نتائج تحقیق

زیر بحث موضوع پر گہرے غور وغوض سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وراثتی تقسیم میں ناانصافی کا عنصر اجتماعیت کے لیے سمّ قاتل ہے۔

اس سے خاندان کی اکائی یعنی فرد کا استحصال لازم آتا ہے، اگر اکائی ہی غیر موزونیت کا شکار ہو جائے تو اس پر استوار تمام چیزیں ختم ہو جاتی ہیں۔

خاندان کی تباہ حالی پورے سماجی نظم میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے، اور توازن کا اصول ٹوٹ جاتا ہے۔

سماجی معاشیات میں گہری تقسیم پیدا ہو جاتی ہے، احساس محرومی، کمزور پر مزید جبر، اور قانون شکنی جیسے مسائل بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

اسلام نے جس خاندانی نظام کو مودّت و شفقت پر قائم کیا تھا، یہ ناانصافی اس باہمی محبت و تعلق کو لاتعلقی میں بدل دیتی ہے۔

وہ افراد جو ایک دوسرے کے لیے باعث خیر ہوتے ہیں، اس ناانصافی پر ایک دوسرے کے لیے باعثِ شر ٹھہرتے ہیں اور آپسی فساد پھیلتا ہے۔

ذہنی صحت، نفسیاتی الجھنیں اور تعلیمی و تربیتی خلل بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

## سفارشات تحقیق

معاشرے میں لوگوں کو ان کے حقوق سے آگاہ کرنے کے لیے ان کی تعلیمی و شعوری تربیت کی جائے۔

قانونی راہنمائی، اور انصاف کے رائج طور طریقوں میں آسانی پیدا کی جائے اور قانون کی تشکیل اور اس کے نفاذ کو عملاً ممکن بنایا جائے۔

حقوق کے مطالبے پر نقصانات کے ممکنہ اندیشوں کو کم کیا جائے اور تحفظ کی فراہمی یقینی بنائی جائے۔

مذہبی علماء اپنے حلقوں میں معاملات کے اس حساس تر پہلو کی اہمیت کو اجاگر کریں، بالخصوص ایک ایسے معاشرے میں جہاں مذہب کو محض مذہبی رسوم تک محدود کر دیا گیا ہے۔

پدر سری نظام میں رائج اس ذہنیت کی تربیت خاص طور سے ضروری ہے جہاں مالیات کا نظام مرد کے گرد و پیش گھومتا ہے اور اس پر مرد کی اجارہ داری کو تسلیم کیا جاتا ہے۔

ریاستیں ایسے قوانین کی وضع میں اپنا کردار ادا کریں جہاں وراثتی ترکہ میت کے انتقال کے فوری بعد ورثاء کی طرف خودکار طریقے سے منتقل ہو جائے۔

غیر منقولہ جائیدادوں بالخصوص وراثتی انتقالات پر حکومتیں ٹیکسز بھی اس جائیداد کے انتقال میں ایک اہم رکاوٹ کے طور پر موجود ہیں، وراثتی حق رکھنے والے بعض افراد جس کے فوراً متحمل نہیں ہو سکتے لہٰذا اس ضمن میں نئے سرے سے ان محصولات کے حصول پر غور و فکر کی ضرورت ہے۔

## حوالہ جات:

[1] القرآن، سورۃ النساء، 4:11۔

al-Qurʾān, Sūrat al-Nisāʾ, 4:11.

[2] ابو بکر بن مسعود الکاسانی، علاء الدین، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (بیروت: دار الکتب العلمیۃ)، ج6، ص232۔

Abū Bakr ibn Masʿūd al-Kāsānī, ʿAlāʾ al-Dīn, Badāʾiʿ al-Ṣanāʾiʿ fī Tartīb al-Sharāʾiʿ (Bayrūt: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah), vol. 6, p. 232.

[3] وھبۃ مصطفی الزحیلی، فقہ المواریث فی الشریعۃ الإسلامیۃ (دمشق: دار الفکر)۔

Wahbah Muṣṭafā al-Zuḥaylī, Fiqh al-Mawārīth fī al-Sharīʿah al-Islāmiyyah (Dimashq: Dār al-Fikr).

[4] ڈاکٹر خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام (لاہور: الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، 2015ء)۔

Ḍākṭar Khālid ʿAlvī, Islām kā Muʿāshratī Niẓām (Lāhaur: Al-Faiṣal Nāshirān wa Tājirān-i Kutub, 2015).

[5] سید ابوالاعلیٰ مودودی، معاشیاتِ اسلام (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 2016ء)۔

Sayyid Abū al-Aʿlā Maudūdī, Maʿāshiyāt-i Islām (Lāhaur: Islamic Publications, 2016).

[6]ابن منظور، لسان العرب (قاہرہ: دارالمعارف)، ص 4267۔

Ibn Manẓūr, Lisān al-ʿArab (Qāhirah: Dār al-Maʿārif), p. 4267.

[7] تقی عثمانی، ملکیتِ زمین اور اس کی تحدید (کراچی: مکتبہ دارالعلوم، 1425ھ)، ص 142۔

Taqī ʿUsmānī, Milkīyat-i Zamīn aur Us kī Taḥdīd (Karāchī: Maktabah Dār al-ʿUlūm, 1425H), p. 142.

[8]سید ابوالاعلیٰ مودودی، معاشیات اسلام (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 2013ء)، ص 130۔

Sayyid Abul Aʿlā Mawdūdī, Muʿāshiyāt-e Islām (Lāhaur: Islāmic Publications, 2013), p. 130.

[9]بدران أبوالعينين بدران، أحكام التركات والمواريث في الشريعة الإسلامية والقانون (القاهرة: دار المعارف، 1964ء)، ص 16۔

Badrān Abu al-ʿAynayn Badrān, Aḥkām al-Tarukāt wa-al-Mawārīth fī al-Sharīʿah al-Islāmiyyah wa-al-Qānūn (al-Qāhirah: Dār al-Maʿārif, 1964), p. 16.

[10]جعفر حسین، ہندوستانی سماجیات (نئی دہلی: انجمن ترقی اردو (ہند)، ص 67۔

Jaʿfar Ḥusain, Hindustānī Sāciyāt (New Delhi: Anjuman Taraqqi Urdu (Hind), p. 67۔

[11]Punjab Police, Inheritance Guidelines (Lahore: Government of Punjab, n.d.), available at: http://www.punjabpolice.govt.pk/system.files/inheritance

[12] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی، الجامع الکبیر (سنن الترمذی)، کتاب الفرائض، باب ما جاء في إبطال ميراث القاتل، حديث: 2109 (بيروت: دار الغرب الإسلامي، 1998ء)، 4:425۔
Muḥammad ibn ʿĪsā al-Tirmidhī, al-Jāmiʿ al-Kabīr (Sunan al-Tirmidhī), Kitāb al-Farāʾiḍ, Bāb Mā Jāʾa fī Ibṭāl Mīrāth al-Qātil, ḥadīth no. 2109 (Bayrūt: Dār al-Gharb al-Islāmī, 1998), 4:425.

[13]ڈاکٹر خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام (لاہور: مکتبہ الفیصل، 2009ء)، ص 151۔

Ḍākṭar Khālid ʿAlvī, Islām kā Muʿāshratī Niẓām (Lāhaur: Maktaba al-Faiṣal, 2009), p. 151.

[14] Sousa, Liliana, Ana Raquel Silva, Liliana Santos, and Marta Patrão. "The Family Inheritance Process: Motivations and Patterns of Interaction." European Journal of Ageing 7, no. 1 (2010): 5–15. https://doi.org/10.1007/s10433-010-0139-3.
[15] محمد اقبال، کلیاتِ اقبال (اردو) (لاہور: اقبال اکیڈمی پاکستان، 1994ء)، بانگِ درا، ص 59۔

Muḥammad Iqbāl, Kullīyāt-i Iqbāl (Urdū) (Lāhaur: Iqbāl Academy Pakistan, 1994), Bāng-i Darā, p. 59.
[16]القرآن، سورۃ النساء، 4:10۔

al-Qurʾān, Sūrat al-Nisāʾ, 4:10.

[17] موفق الدين ابن قدامة ، المغني ويليه الشرح الكبير ،تحقيق: محمد شرف الدين خطاب، محمد السيد، وسيد صادق۔ (القاهرة: دار الحديث، 1425ھ / 2004م)، ج 1، ص 310۔

Muwaffaq al-Dīn Ibn Qudāmah. Al-Mughnī wa-Yalīhi al-Sharḥ al-Kabīr. Taḥqīq: Muḥammad Sharaf al-Dīn Khaṭṭāb, Muḥammad al-Sayyid, and Sayyid Ṣādiq. (Cairo: Dār al-Ḥadīth, 1425 AH / 2004 CE), vol. 1, p. 310.
[18] صلاح الدین حیدر لکھوی ، اسلام کا قانونِ وراثت ، (لاہور: دار الابلاغ، 2012ء)، ص 150–155۔
Salāḥ al-Dīn Ḥaidar Lakhwī. Islām kā Qānūn-e-Wirāthat. (Lāhaur: Dār al-Ilāgh, 2012), pp. 150–155.